سود

(قرآن وحدیث کی روشنی میں)

سید مزمل حسین نقوی*
syedmuzammilhussainnaqvi@gmail.com

کلیدی کلمات: سود، ربا، قرض، اقتصادیات، تولید، بینکی معاملات، حرمت۔

خلاصہ:

سود کو عربی میں ربا کہتے ہیں۔ ربا کے معنی زیادتی، بڑھنے اور بلند ہونے کے ہیں۔ سود کا مسئلہ ایک اختلافی مسئلہ ہے۔ ربا کی دو قسمیں ہیں: ربا الفضل یا معاملی سود اور ربا النسیہ یا قرضی سود۔ معاملی سود یہ ہے کہ دو ہم جنس چیزوں کا یوں باہم تبادلہ کیا جائے کہ ایک طرف زیادہ ہو۔ فقہاء نے اس قسم کے سود کو مطلقاً حرام قرار دیا ہے، البتہ اس شرط کے ساتھ کہ اس جنس کو مکیال یعنی پیمانہ یا وزن کے ساتھ بیچا اور خریدا جاتا ہو۔ قرضی سود سے مراد ایک شئ کو اس شرط پر قرض دینا کہ واپسی پر اس میں کچھ مقدار اضافہ ہو۔

اس مقالہ میں اس امر کا جائزہ لیا گیا ہے کہ آیا سود کی حرمت، سود کی تمام اقسام کو شامل ہے یا نہیں؟ اس مقالہ میں مقالہ نگار کی رائے یہ ہے کہ جن چیزوں کے تبادلے میں وزن اور پیمانہ استعمال ہوتا ہے ان میں سود کی حرمت یقینی ہے لیکن وہ چیزیں جن کا تعلق مشاہدے اور عدد سے ہے ان میں ربا نہیں ہے۔ اسی طرح قرضی سود میں بھی اس کی استہلاکی قسم میں سود حرام ہے۔

---

*۔مدرس جامعۃ الرضا، بارہ کہو، اسلام آباد

عصر حاضر کے اختلافی فقہی مسائل میں سے ایک مسئلہ سود کا ہے۔ ایک عرصہ سے فقہاء کے درمیان اس سلسلے میں اختلاف رہا ہے۔ برٹش گورنمنٹ کے زمانے میں علماء کا ایک طبقہ بنک سے سودی لین دین کے جواز کا قائل تھا۔ ایک استفتاء کے جواب میں مفتی کفایت اللہ صاحب نے درج ذیل فتویٰ دیا تھا:

"مسلمانوں کو حتی الامکان روپیہ مسلمان امین کے پاس رکھنا چاہیے۔ لیکن اگر کوئی امین دستیاب نہ ہو اور وہ بنک میں روپیہ رکھنے پر مجبور ہوں تو ایسی حالت میں ان کو بنک کے پاس سود کی رقم نہ چھوڑنی چاہیئے کیونکہ وہ مسیحی مشنری کو دی جاتی ہے اور تبلیغ مسیحیت میں خرچ ہوتی ہے۔" (1)

لیکن علما کے ایک دوسرے طبقہ نے اس نکتہ نظر کی شدت کے ساتھ مخالفت کی اور اس کے عدم جواز کا فتویٰ صادر کیا۔ مولوی حکیم مرزا احمد قادری کہتے ہیں:

"مسلمانوں کو نہایت احتیاط سے کام لینا چاہیَے۔ حتی الامکان مال وقف یا رقوم دینی تو کیا اپنی ذاتی رقوم کو بھی بنک میں نہ رکھیں اور نہ کسی حیلہ سے ان رقوم کے ذریعے سود کا استعمال روا رکھیں۔" (2)

یہی صورت کم و بیش آج بھی قائم ہے۔ یعنی بعض علماء بنک کی حد تک جواز سود کے قائل ہیں، لیکن اکثر علما اس کے مخالف ہیں۔ آیت اللہ العظمیٰ آقای سیستانی کہتے ہیں:

"اگر حاکم شرع کی اجازت سے رقم جمع کرائی جائے اور اسی طرح اگر حاکم شرع بینک کو جمع شدہ رقم کو تبدیل کرنے کی اجازت دے دے تو اشکال بر طرف ہو جائے گا۔ سرکاری بینکوں میں مال جمع کرانے کا حکم پرائیویٹ بینکوں میں رقم جمع کرانے جیسا ہوگا۔ ہم نے تمام مؤمنین کو اس کی اجازت دے رکھی ہے۔ اسی طرح اسلامی ممالک کے تمام بینکوں کو رقم تبدیل کرنے کی اجازت دے رکھی ہے۔ لہٰذا ان بینکوں میں رقم جمع کرانے میں کوئی اشکال نہیں ہے اور جو سود سرکاری بینک دیتے ہیں۔ مومنین کو اسے استعمال کی اجازت ہے، لیکن اس شرط کے ساتھ کہ اس کا آدھا حصہ غریبوں کو دیں بینکوں میں رقم جمع کرانے کے لئے ان صورتوں میں جو بیان ہوئی ہیں۔ فکسڈ ڈپازٹ اکاؤنٹ اور کرنٹ اکاونٹ میں کوئی فرق نہیں ہے۔" (3)

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ سود حرام ہے۔ قرآنی آیات اور احادیث معصومینؑ اس پر دلالت کرتی ہیں بلکہ فقہا اسلام کے نزدیک سود کی حرمت ضروریات دین میں سے ہے۔ نہ صرف اسلام بلکہ آئین یہود میں بھی سود کو حرام قرار دیا گیا تھا۔ جیسا کہ قرآن میں ارشاد ہوتا ہے:

فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِينَ هَادُواْ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبَاتٍ أُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ عَن سَبِيلِ اللّهِ كَثِيرًاo وَأَخْذِهِمُ الرِّبَا وَقَدْ نُهُواْ عَنْهُ وَأَكْلِهِمْ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ مِنْهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا۔ (4)

ترجمہ: "پس ان یہودیوں کے ظلم کی بناء پر ہم نے جن پاکیزہ چیزوں کو حلال کر رکھا تھا ان پر حرام کر دیا اور ان کے بہت سے لوگوں کو راہِ خدا سے روکنے کی بناء پر اور سود لینے کی بناء پر جس سے انہیں روکا گیا تھا اور ناجائز طریقے سے لوگوں کے مال کھانے کی بناء پر اور ہم نے کافروں کے لئے دردناک عذاب مہیا کیا ہے۔"

تورات میں ہے:

"اگر کوئی غریب بھائی تمہارے پاس آئے تو مہمان کی طرح اس کا احترام کرو اور اس سے سود نہ لو اور اپنے خدا سے ڈرو تاکہ تیرا بھائی تیرے ساتھ رہ سکے۔ اسے سود نہ دے اگر میری قوم کے غریب جو تیرے ہمسایہ ہیں اگر انہیں قرض دیا ہے تو ان سے سود نہ لینا۔" (5)

اس طرح دین عیسائیت میں بھی سود حرام ہے۔

کیا ہر قسم کا سود حرام ہے یا کچھ قسم کا سود حرام ہے اور کچھ جائز ہے۔ اس مقالے میں یہی جاننے کی کوشش کی گئی ہے۔

تعریف

سود کو عربی میں ربا کہتے ہیں۔ ربا کے معنی زیادتی، بڑھنے اور بلند ہونے کے ہیں۔ ابوالحسین احمد بن فارس زکریا اپنی مشہور کتاب معجم مقاییس اللغۃ میں لکھتے ہیں:

ربأ یدل علی اصل واحد وھو الزیادۃ والنماء والعلو یعنی: "رب کا ایک ہی معنی ہے زیادہ، بڑھنا اور بلند ہونا۔"

قرآن میں بھی یہ معنی استعمال ہوئے ہیں:

أَن تَكُونَ أُمَّةٌ هِيَ أَرْبَىٰ مِنْ أُمَّةٍ (6) یعنی: "کہ ایک گروہ دوسرے سے زیادہ فائدہ حاصل کرے۔"

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ہر قسم کی زیادتی حرام نہیں ہے بلکہ مخصوص شرائط کے ساتھ ہی وہ زیادتی حرام ہے۔ مثلاً زیادہ سخاوت کرنا زیادہ علم حاصل کرنا حرام نہیں ہے۔ قرآن اور حدیث میں اس کی واضح مثالیں موجود ہیں۔ جہاں زیادتی پسندیدہ ہے۔ خداوند کریم قرآن میں فرماتا ہے:

وَمَا آتَيْتُم مِّن رِّبًا لِّيَرْبُوَا فِي أَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوا عِندَ اللَّهِ وَمَا آتَيْتُم مِّن زَكَاةٍ تُرِيدُونَ وَجْهَ اللَّهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُونَ۔ (7)

ترجمہ: "اور جو سود تم لوگوں کے اموال میں افزائش کے لئے دیتے ہو وہ اللہ کے نزدیک افزائش نہیں پاتا اور جو زکوۃ تم اللہ کی خوشنودی کے لئے دیتے ہو تو ایسے لوگوں کو کئی گنا دیا جاتا ہے۔"

اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ بخشش اور زیادتی جو خوشنودی خدا کے لئے نہ ہو اس میں زیادی نہیں ہوتی اور دینے والے کے مال میں اضافہ نہیں ہوتا لیکن جس عطا میں خوشنودی خدا ہو اس میں برکت ہوتی ہے اور دینے والے کے مال میں اضافہ بھی ہوتا ہے۔ یہاں لفظ "ربا" استعمال ہوا ہے اور اسے حرام بھی نہیں کیا گیا۔ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

الرباء ربأنِ ربا یؤکل و ربا لا یوکل فاما الذی یؤکل فھدیتك الی الرجل تطلب منه الثواب افضل منها فذلك الربا الذی یوکل وھو قوله عزوجل وما اتیتم من ربا لیربوا فی اموال الناس فلا یربوا عند الله واما الذی یؤکل فھو الربا الذی نھی الله عزوجل عنه و اوعد علیه النار۔ (8)

یعنی: "ربا دو طرح کا ہے ایک کھایا جاتا ہے اور ایک نہیں، وہ ربا جو کھایا جاتا ہے وہ تیرا کسی شخص کو ہدیہ دینا ہے جس سے تیرا ارادہ زیادہ ثواب کا حصول ہے۔ یہ وہی ربا ہے جس کی طرف یہ آیت اشارہ کرتی ہے:

وَمَا آتَيْتُم مِّن رِّبًا لِّيَرْبُوَاْ فِي أَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوا عِندَ اللَّهِ وَمَا آتَيْتُم مِّن زَكَاةٍ تُرِيدُونَ وَجْهَ اللَّهِ فَأُوْلَئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُونَ*۔"

سود کی قسمیں

فقہی کتب میں حرام سود کی دو قسمیں بیان کی گئی ہیں: ربا الفضل اور ربا النسیہ۔ ربا لفضل کو ربا معاملی اور ربا النسیہ کو ربائے قرضی بھی کہا گیا ہے۔

ربا الفضل یا معاملی سود یہ ہے کہ دو ہم جنس چیزوں کا باہم تبادلہ کرنا۔ جبکہ ایک طرف زیادتی بھی ہو۔ مثلاً ایک کلو گندم کو دو کلو کے ساتھ بیچنا۔ فقہا نے اس قسم کو مطلّقاً حرام قرار دیے۔ چاہے سود نقد ہو یا ادھار۔ البتہ اس شرط کے ساتھ کہ اس جنس کو مکیال یعنی پیمانہ یا وزن کے ساتھ بیچا اور خریدا جاتا ہو۔ لہٰذا اگر کسی شیئ کو عدد یا مشاہدے کے ذریعے فروخت کیا جاتا ہو تو پھر اس جنس کے تبادلے میں حرمت لازم نہیں آتی مثلاً ایک درجن انڈے کے بدلے دو درجن انڈے، ایک کپڑے کے بدلے دو کپڑے ایک جانور کے بدلے دو جانور وغیرہ یہ سب حرام سود کے زمرے میں نہیں آتے۔

ربا القرض یا قرضی سود یعنی ایک شیئ کو اس شرط پر قرض دینا کہ واپسی پر اس میں کچھ مقدار اضافہ ہو گی۔ مثلاً ایک بوری گندم قرض دینا اس شرط پر کہ واپسی پھر ایک بوری اور دس کلو یا ہزار روپیہ دینا کہ واپسی پر گیارہ سو ہوں گے۔

ادلہ حرمت ربا۔

آیات:

1. يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ لاَ تَأْكُلُواْ الرِّبَا أَضْعَافًا مُّضَاعَفَةً وَاتَّقُواْ اللّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ۔(9)

یعنی: "اے ایمان والو! یہ بڑھا چڑھا کر سود نہ کھایا کرو اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم فلاح پا جاؤ۔"

2. الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا لاَ يَقُومُونَ إِلاَّ كَمَا يَقُومُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُواْ إِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبَا وَأَحَلَّ اللّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا فَمَن جَاءَهُ مَوْعِظَةٌ مِّن رَّبِّهِ فَانتَهَى

* ترجمہ: "اور وہ ربا جو نہیں کھایا جاتا ہے یعنی جو حرام ہے، یہ وہ ربا ہے جس سے خدا نے منع کیا ہے اور جہنم کا وعدہ کیا ہے"

فَلَهُ مَا سَلَفَ وَأَمْرُهُ إِلَى اللّهِ وَمَنْ عَادَ فَأُوْلَـئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَO يَمْحَقُ اللّهُ الْرِّبَا وَيُرْبِي الصَّدَقَاتِ وَاللّهُ لاَ يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ أَثِيمٍO إِنَّ الَّذِينَ آمَنُواْ وَعَمِلُواْ الصَّالِحَاتِ وَأَقَامُواْ الصَّلاَةَ وَآتَوُاْ الزَّكَاةَ لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ وَلاَ خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلاَ هُمْ يَحْزَنُونَO يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ اتَّقُواْ اللّهَ وَذَرُواْ مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَO فَإِن لَّمْ تَفْعَلُواْ فَأْذَنُواْ بِحَرْبٍ مِّنَ اللّهِ وَرَسُولِهِ وَإِن تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُؤُوسُ أَمْوَالِكُمْ لاَ تَظْلِمُونَ وَلاَ تُظْلَمُونَ-(10)

ترجمہ: "جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ اس شخص کی طرح اٹھیں گے جسے شیطان نے چھو کر حواس باختہ کر دیا ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ تجارت بھی تو سود کی طرح ہے حالانکہ اللہ نے تجارت کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔ پس جس شخص تک اس کے پروردگار کی نصیحت پہنچی اور وہ سود لینے سے باز آ گیا تو جو پہلے وہ لے چکا ہے۔ وہ اسی کا ہوگا اور اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے اور جس نے اس کے بعد بھی سود لیا تو وہ سب جہنمی ہیں اور وہیں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ خدا سود کو برباد کر دیتا ہے اور صدقات میں اضافہ کر دیتا ہے اور خدا کسی بھی ناشکرے گناہگار کو دوست نہیں رکھتا۔ جو لوگ ایمان لے آئے اور انہوں نے نیک عمل کئے نماز قائم کی زکوۃ ادا کی ان کے لئے ان کے پروردگار کے ہاں اجر ہے اور ان کے لئے کسی قسم کا خوف اور حزن نہیں ہے۔ ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور جو سود باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو اگر تم صاحب ایمان ہو اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو خدا اور اس کے رسولؐ سے جنگ کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ اور اگر توبہ کر لو تو اصل مال تمہارا ہی ہے۔ نہ تم ظلم کرو نہ تم پر ظلم کیا جائے گا۔"

3. فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِينَ هَادُواْ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبَاتٍ أُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ عَن سَبِيلِ اللّهِ كَثِيرًاO وَأَخْذِهِمُ الرِّبَا وَقَدْ نُهُواْ عَنْهُ وَأَكْلِهِمْ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ مِنْهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا۔ (11)

ترجمہ: "پس ان یہودیوں کے ظلم کی بناء پر ہم نے جن پاکیزہ چیزوں کو حلال کر رکھا تھا ان پر حرام کر دیا اور ان کے بہت سے لوگوں کو راہِ خدا سے روکنے کی بناء پر اور سود لینے کی بناء پر جس

سے انہیں روکا گیا تھا اور ناجائز طریقے سے لوگوں کے مال کھانے کی بناء پر اور ہم نے کافروں کے لئے درد ناک عذاب مہیا کر رکھا ہے۔"

روایات

1. رسول خداصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: "شرالمکاسب کسب الربا۔" (12)

یعنی: "بدترین کمائی سود کی کمائی ہے۔"

2. آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک اور مقام پر فرماتے ہیں: "مَنْ أَكَلَ الرِّبَا أَمْلَأَ اللَّهُ بَطْنَهُ مِنْ نَارِ جَهَنَّمَ بِقَدْرِ مَا أَكَلَ وَإِنِ اكْتَسَبَ مِنْهُ مَالًا لَا يَقْبَلُ اللَّهُ تَعَالَى مِنْهُ شَيْئاً مِنْ عَمَلِهِ وَلَمْ يَزَلْ فِي لَعْنَةِ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ مَا كَانَ عِنْدَهُ مِنْهُ قِيرَاطٌ وَاحِد۔" (13)

یعنی: "جو سود کھائے گا اللہ اس کے شکم کو اتنا ہی آتش جہنم سے بھر دے گا جتنا اس نے سود کھایا تھا اگر اس کی آمدنی سود سے ہوتی ہو تو خدا اس کا کوئی عمل قبول نہیں کرے گا۔ جب تک اس کے پاس سود کا ایک پیسہ بھی موجود ہے۔ خدا اور ملائکہ کی اس پر لعنت ہوتی رہے گی۔"

3. رسول خداصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیر المومنینؑ کو مخاطب کرکے فرمایا:

" يَا عَلِيُّ دِرْهَمُ رِبًا أَعْظَمُ مِنْ سَبْعِينَ زَنْيَةً كُلُّهَا بِذَاتِ مَحْرَمٍ فِي بَيْتِ اللَّهِ الْحَرَام۔" (14) یعنی: "اے علیؑ! سود کے ایک درہم کا گناہ ان ستر زنا سے بڑا ہے جو محرم خواتین سے خانہ کعبہ میں کیا جائے۔"

4. عبید ابن زرارہ کہتے ہیں:

بلغ ابا عبداللہ (ع) عن رجل انه یا کل الرباء یسمیه اللباء فقال لئن امکننی الله عزوجل لاضربن عنقه۔ (15) یعنی: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام تک یہ بات پہنچی کہ ایک شخص سود کھاتا ہے اور اسے "لباء" (وہ دودھ جو بچے کی پیدائش کے بعد پہلی دفعہ نکالا جائے) کہتا ہے۔ آپؑ نے فرمایا اگر اللہ مجھے قدرت دے تو میں اس کی گردن اڑا دوں۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا حرمت ربا کی ربا کی تمام اقسام کو شامل ہیں یا کچھ اقسام اس سے خارج ہیں۔ سب سے پہلے تو یہ بات یقینی ہے کہ ربا صرف ان چیزوں کے تبادلے میں ہے جو کیال اور وزن کے ذریعے بیچی

اور خریدی جاتی ہیں۔ پس وہ چیزیں جن کا تعلق مشاہدے اور عدد سے ہے ان میں ربا نہیں ہے۔ زرارہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ آپؑ نے فرمایا:

"لایکون الربا الا فیما یکال او یوزن۔" (16) یعنی: "سود صرف انہی چیزوں میں ہے جو کیال (پیمانہ مثلاً بوری، بالٹی) اور وزن کی جاتی ہیں۔"

منصور ابن حازم کہتے ہیں کہ میں نے امام صادق علیہ السلام سے پوچھا:

"البیضة بالبیضتین قال لا بأس به والثوب بالثوبین قال لا بأس به والفرس بالفرسین فقال لا بأس به ثم قال کل شئی یکال او یوزن فلا یصح مثلین بمثل اذا کان من جنس واحد فاذا کان لایکال ولایوزن فلیس به بأس اثنان بواحد۔" (17)

یعنی: "کیا ایک کے بدلے دو انڈے لئے جاسکتے ہیں؟ فرمایا کوئی حرج نہیں۔ ایک کے بدلے دو گھوڑے؟ فرمایا کوئی مضائقہ نہیں پھر فرمایا ہر وہ شئ جو کیال یا وزن کے ذریعے ہو تو پھر ایک ہی جنس کی ایک ہی طرح کے دو کے بدلے ایک صحیح نہیں ہے اور جب ایسا نہ ہو تو دو کو ایک کے بدلے دیا جاسکتا ہے۔"

ایک شخص نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا: "یا رسول الله ارأیت الرجل یبیع الفرس بالافراس والنجیبة بالابل قال لابأس اذا کان یداً بید۔" (18)

یعنی: "اے اللہ کے رسولؐ! آپ اس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہیں جو چند گھوڑوں کے بدلے ایک گھوڑا اور ایک اونٹ کے بدلے ایک اونٹنی کو بیچتا ہے۔ فرمایا اگر نقد ہو تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔"

حضرت امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں: "البعیر بالبعیرین والدابه بالدابتین یدا بید لیس به باس۔" (19) یعنی: "دو اونٹوں کے بدلے ایک اونٹ اور دو جانوروں کے بدلے ایک جانور لینے اور دینے میں کوئی حرج نہیں ہے اگر معاملہ نقد میں ہو۔"

شیعہ سنی کتب حدیث میں اس طرح کی بہت سی روایات موجود ہیں جن سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ حرمت ربا کی ادلہ ان چیزوں کے باہم تبادلے کو شامل نہیں ہیں جن کا تعلق کیل (پیمانہ) اور وزن سے نہیں ہے۔ ابن ادریس حلی کہتے ہیں کہ:

ولا یکون الربا المنهی عنه المحرم فی شریعة الاسلام عند اهل البیت علیهم السلام الا فیما یکال او یوزن فاما ما عداهما من جمیع المبیعات فلا ربا فیها بحال لان حقیقة الربا فی عرف الشرع هو بیع المثل من المکیل او الموزون بالمثل متفاضلا نقداً و نسیئةً۔

یعنی: "وہ سود جس سے منع کیا گیا ہے اور اہل بیتؑ کے نزدیک اسلامی شریعت میں حرام ہے وہ ان اشیاء میں ہے جن کا تعلق کیل اور وزن سے ہو۔ پس جو ان کے علاوہ ہیں ان میں کسی صورت میں بھی ربا نہیں ہے۔ کیونکہ شریعت میں ربا یہ ہے کہ کیل یا وزن والی شئے کا اسی طرح کی دوسری شئے کے ساتھ تبادلہ کرنا جبکہ ایک طرف زیادتی ہو۔ یہ تبادلہ نقد ہو یا ادھار ہو کوئی فرق نہیں ہے۔"

علما اور فقہاء کے نزدیک اس پر اتفاق ہے کہ وہ چیزیں جن کا تعلق مکیال اور وزن سے نہیں ہے جیسے انڈے، کپڑے اور جانور ان میں اگر زیادتی کے ساتھ خرید و فروخت کی جائے تو حرام نہیں ہے۔ کیونکہ ان چیزوں میں سود نہیں ہے۔ پس ربا الفضل کی یہ قسم ادلہ حرمت میں داخل نہیں ہے۔ باقی بچ گئی وہ قسم جن میں مکیال اور موزون والی چیزوں کا تبادلہ ہو۔ اس قسم کی پھر دو قسمیں بنتی ہیں۔

الف۔ مثلاً ایک کلو گندم کے بدلے دو کلو گندم جبکہ دونوں کی کوالٹی ایک ہو۔

ب۔ مثلاً ایک کلو گندم کے بدلے دو کلو گندم جبکہ دونوں کی کوالٹی مختلف ہو۔

پہلی صورت میں کوئی احمق ہی ہوگا جو ایک کلو کے بدلے میں دو کلو دے رہا ہے وہ بھی نقد اور کوالٹی بھی ایک جیسی مثلاً ۱۰۰ روپے والے چاول کو خرید رہا ہے ۱۰۰ روپے کلو والے چاول دو کلو چاول سے۔ یہ قسم انتہائی غیر معقول ہے اسی لئے شریعت نے اسے حرام قرار دیا ہے۔ امام صادق علیہ السلام سے جب عمر بن یزید نے پوچھا کہ ربا کیا ہے تو فرمایا۔

دراهم بدراهم مثلین بمثل وحنطة بحنطة مثلین بمثل۔ (20)

یعنی: "ایک جیسے دو درہم ایک درہم کے بدلے اور ایک جیسی گندم ایک کے بدلے دو۔"

یہ عقلی طور پر بھی معقول نہیں ہے اور شرعی طور پر بھی۔ چونکہ ایک کیلو تو ایک کیلو کے مقابلے میں ہوئی جبکہ دوسری کیلو کس کے بدلے میں ہے؟ یہی مال باطل ہے جس سے قرآن نے منع کیا ہے:

لَاتَأْكُلُوْا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ (21)

یعنی: "خبردار ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقے سے نہ کھاؤ۔"

دوسری قسم کو بھی فقہانے حرام قرار دیا ہے کیونکہ دونوں کی جنس ایک ہے اور ایک طرف زیادتی ہے۔ حالانکہ یہ کوئی غیر معقول معاملہ نہیں ہے مثلاً ایک طرف دو کلو چاول ہیں جن کی کوالٹی اعلیٰ نہیں ہے اور بازار میں اس کی قیمت پچاس روپیہ ہے جبکہ دوسری طرف ایک کلو چاول ہیں جن کی کوالٹی اعلیٰ ہے اور بازار میں اس کی قیمت 100 روپے ہے اگر یہ معاملہ ہو جائے تو اس میں غیر عقلی بات کیا ہے۔ یہاں کس کو نقصان ہو رہا ہے۔ کسی پر ظلم ہو رہا ہے۔

یہ مثلین بمثل کے زمرے میں نہیں آئی۔ مثل کا معنی جنس نہیں ہے کہ کہا جائے کہ جنس ایک ہے اور ایک طرف زیادتی ہے۔ مثل یعنی ایک جیسی۔ اگر ایک جیسی شئے ہو اور مقابلے میں اسی طرح کی شئے ہو اور زیادتی بھی ہو تو غیر معقول ہے مثلاً دونوں گندم یا چاول کی کوالٹی ایک ہے اور ایک طرف زیادہ بھی ہے تو یہ غیر معقول ہے اور پہلی قسم میں شامل ہے۔

لہٰذا اگر ایک جیسی نہیں ہیں تو معاملہ صحیح ہے کسی فریق کے ساتھ ظلم نہیں ہو رہا وہ ظلم جسے سورہ نساء آیت ۱۶۱ میں حرمت ربا کی وجہ قرار دیا ہے۔ بلکہ ممکن ہے اس میں دونوں فریقین کا فائدہ ہو۔ وہ ایک کلو اچھے چاول دے کر اس کوالٹی سے کمتر دو کلو لے رہا ہے تا کہ اس کے لئے زیادہ دن چل سکیں یا مثلاً کم کوالٹی والا ایسے چاول پسند نہ کرتا ہو اور وہ انہیں دے کر اعلیٰ کوالٹی کا لے رہا ہے۔

یا مثلاً وہ گندم ایسی ہے جس میں گھن لگ گیا ہے انسانوں کے کھانے کے قابل نہیں رہی جانور کھا سکتے ہیں اس کے پاس جانور نہیں ہیں۔ دوسرے کے پاس ہیں وہ زیادہ گندم لے رہا ہے کم دے رہا ہے۔ چونکہ وہ جانور کو کھلاوے گا۔ وگرنہ کوئی بے وقوف ہی ہو گا جو ایک کلو اچھی گندم دے کر ایک کلو ردی اور خراب گندم لے وہ بھی نقد۔

مختصر یہ کہ ربا الفضل کی صرف ایک قسم غیر عقلی اور حرام ہے جب مثلین کا تبادلہ ہو اور ایک طرف زیادتی ہو مثلاً ایک ہی کوالٹی کے چاول کا تبادلہ ہو رہا ہو اور ایک طرف زیادہ ہو۔ وگرنہ اس نقد معاملہ کی کوئی بھی صورت ربا کے زمرے میں نہیں آئی۔ جیسا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ روایت نقل کی گئی

ہے۔ آپ نے فرمایا: ''لاربا فیماکان یداً بید''۔(22) یعنی: ''دست بدست معاملے میں ربا نہیں ہے۔''

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: ماکان من طعام مختلف او متاع اوشئی من الاشیاء یتفاضل فلاباس ببیعه مثلین بمثل یداًبید فامانظرۃ فلایصلح۔(23)

یعنی: ''مختلف غذائیں، مال یا اشیاء زیادتی کے ساتھ مثلیں بمثل بھی ہو تو ان کی خرید و فروخت میں کوئی حرج نہیں ہے اگر وہ نقد اور دست بدست ہو۔ البتہ ادھار میں صلاح نہیں ہے۔''

شیخ طوسیؒ کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

انما الربا فی النسیئة فرای ابن عباس هذا الخبر دلیلا علی انه لا ربا الا فی النسیئة۔(24)

یعنی: ''ربا یقیناً ادھار میں ہے اس لئے ابن عباس کہتے ہیں کہ یہ روایت اس بات کی دلیل ہے کہ ربا صرف ادھار میں ہے۔''

ربا النسیئۃ یا قرضی سود

اس کی بھی دو قسمیں ہیں۔ استہلاکی اور تولیدی

ربائے استہلاکییہ ہے کہ انسان کسی مجبوری کی وجہ سے قرض لیتا ہے۔ اور وقت پر ادا نہ کرنے کی وجہ سے اس کے قرض کی مقدار کئی گنا بڑھ جاتی ہے۔ تاریخی، روائی اور تفسیری کتب سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد جاہلیت میں یہی سود رائج تھا۔ زید بن اسلم کہتے ہیں:

کان الربا فی الجاهلیة ان یکون للرجل علی الرجل الحق الی اجل فاذا حل الاجل قال اتقضی ام تربی فان قضیٰ اخذا الازادفی حقه واخرعنه فی الاجل۔(25)

یعنی: ''زمانہ جاہلیت میں یہ سود رائج تھا کہ ایک شخص کا دوسرا شخص پر معین مدت کے لئے ایک حق (قرض) ہوتا تھا۔ جب مقررہ مدت آتی تو قرض دینے والا مقروض سے کہتا کہ قرض واپس کرو گے یا اضافہ کروگے۔ اگر وہ واپس کرتا تو یہ لے لیتا وگرنہ اضافہ کرکے مدت بڑھا دیتا۔''

یہی وہ سود ہے جس سے آیات اور روایات نے سختی سے منع کیا ہے۔ کیونکہ یہ ظلم ہے اور مقروض کی مجبوری سے فائدہ اٹھایا جارہا ہے۔ قرض دینے والا مقروض کی مرضی کے بغیر اپنی مرضی سے دوگنا چوگنا بڑھارہا ہے۔ جس سے مقروض کا استحصال ہورہا ہے۔ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قرآن کہتا ہے:

"یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُواْ لَا تَأْكُلُواْ الرِّبَا أَضْعَافًا مُّضَاعَفَةً وَاتَّقُواْ اللّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ" (26)

ترجمہ: "اے ایمان والو! دوگنا چوگنا سود نہ کھاؤ اور اللہ سے ڈروتا کہ نجات پاجاؤ"

اور سورہ بقرہ میں فرماتا ہے:

وَإِن كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَىٰ مَيْسَرَةٍ وَأَن تَصَدَّقُواْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ۔ (27)

ترجمہ: "اور اگر تمہارا مقروض تنگ دست ہے تو کشائش تک اسے مہلت دو اور اگر تم سمجھ لو تو اسے معاف کردینا ہی تمہارے لئے بہتر ہے۔"

مختصر یہ کہ حقیقی ربا کا تعلق دو حالتوں سے مشروط ہے۔ ایک نوعیت معاملہ اور دوسرے اشخاص معاملہ۔ اگر معاملے کی نوعیت قرض ہو اور مقروض محتاج اور مفلس ہو تو اس سے مقدار قرض سے زیادہ لینا ربا کہلاتا ہے اور قرآن وسنت کی نظر میں یہ مال حرام ہے۔ قرآن مجید میں جن مقامات پر حرمت ربا کا ذکر ہوا ہے۔ ان کے سیاق وسباق سے ربا کے اس مفہوم کی تائید ہوتی ہے۔ مثلاً ایک جگہ فرماتا ہے:

فَآتِ ذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ وَالْمِسْكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ ذَٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِينَ يُرِيدُونَ وَجْهَ اللَّهِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ o وَمَا آتَيْتُم مِّن رِّبًا لِّيَرْبُوَ فِي أَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوا عِندَ اللَّهِ وَمَا آتَيْتُم مِّن زَكَاةٍ تُرِيدُونَ وَجْهَ اللَّهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُونَ۔ (28)

ترجمہ: "اور تم قرابتداروں، مسکینوں اور مسافروں کو ان کا حق دے دو یہ ان لوگوں کے لئے بہتر ہے جو اللہ کی رضا چاہتے ہیں اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں اور تم لوگ جو بھی سود دیتے ہو کہ لوگوں کے مال میں اضافہ ہوجائے تو خدا کے ہاں کوئی اضافہ نہیں ہوتا۔ ہاں جو زکوۃ دیتے ہو اور اس میں خدا کی رضا چاہتے ہو تو ایسے لوگوں کو دگنا چوگنا دے دیا جاتا ہے۔"

دوسری جگہ خدا فرماتا ہے:

لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ أُحصِرُواْ فِي سَبِيلِ اللّهِ لاَ يَسْتَطِيعُونَ ضَرْبًا فِي الأَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُم بِسِيمَاهُمْ لاَ يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا وَمَا تُنفِقُواْ مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللّهَ بِهِ عَلِيمٌo الَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُم بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَعَلاَنِيَةً فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ وَلاَ خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلاَ هُمْ يَحْزَنُونَo الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا لاَ يَقُومُونَ إِلاَّ كَمَا يَقُومُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُواْ إِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبَا وَأَحَلَّ اللّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا فَمَن جَاءَهُ مَوْعِظَةٌ مِّن رَّبِّهِ فَانتَهَىَ فَلَهُ مَا سَلَفَ وَأَمْرُهُ إِلَى اللّهِ وَمَنْ عَادَ فَأُوْلَـئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَo يَمْحَقُ اللّهُ الْرِّبَا وَيُرْبِي الصَّدَقَاتِ وَاللّهُ لاَ يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ أَثِيمٍ۔(29)

ترجمہ : "یہ صدقہ ان فقرا کے لئے ہے جو راہ خدا میں گرفتار ہوگئے ہیں اور کسی طرف جانے کے قابل نہیں ہیں۔ ناواقف افراد انہیں ان کی حیاوعفت کی بناء پر مالدار سمجھتے ہیں حالانکہ تم آثار سے ان کی غربت کا اندازہ کر سکتے ہو اگرچہ یہ اصرار کے ساتھ لوگوں سے نہیں مانگتے اور جو مال تم خرچ کرتے ہو اللہ اس سے خوب واقف ہے۔ جو لوگ اپنا مال شب و روز پوشیدہ اور اعلانیہ طور پر خرچ کرتے ہیں ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے اور انہیں نہ کوئی خوف لاحق ہوگا اور نہ وہ محزون ہوں گے۔ جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ اس شخص کی طرح اٹھیں گے جسے شیطان نے چھو کر حواس باختہ کیا ہو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ تجارت بھی تو سود کی طرح ہے حالانکہ اللہ نے تجارت کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔ پس جس شخص تک اس کے پروردگار کی طرف سے نصیحت پہنچی اور وہ سود لینے سے باز آگیا تو جو پہلے لے چکا وہ اسی کا ہوگا اور اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے اور جس نے اعادہ کیا تو ایسے لوگ جہنمی ہیں جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ سود کو برباد کر دیتا ہے اور صدقات میں اضافہ کر دیتا ہے اور خدا کسی بھی ناشکرے گناہگار کو دوست نہیں رکھتا۔"

مذکورہ بالا آیات میں سود کا ذکر زکات اور صدقے کے بالمقابل ہوا ہے۔ اس سے بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ حرمت ربا کی علت ظلم اور زیادتی یعنی غربا کا استحصال ہے عہد جاہلیت میں صاحبانِ ثروت سماج کے غربا کی دست گیری کی بجائے اپنے فاضل مال سے مزید مال پیدا کرنے کی فکر میں رہتے تھے اور ان سے

سودی معاملات طے کرنے سے گریز نہیں کرتے تھے۔آج بھی اگر کسی شخص کے ذمہ زکواۃاور دوسرے مالی واجبات ہوں اور دوسری طرف مستحق بھی موجود ہوں تو ایسا شخص اگر انہیں زکواۃ یا دوسرے مالی واجبات سے ادا کرنے کی بجائے قرض دیتا ہے اور اضافہ لیتا ہے تو یہ سود ہے اور حرام ہے۔

ربا تولیدی

غربا اور مساکین سے سود لینا تو حرام ہے جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے لیکن کیا مستطیع افراد جو اپنی مختلف ضروریات مثلاً تعمیر مکان یا تجارتی اغراض کے لئے قرض لیتے ہیں کیا ان سے اضافی مال لینا یا بنک سے ان ضروریات کے لئے قرض لینا اور اس پر اضافی مال دینا نیز بنک میں پیسے جمع کروا کر ہر ماہ اس سے نفع لینا یہ بھی حکم ربا میں داخل ہے یا نہیں؟ اس کے بارے فقہاء میں اختلاف ہے۔ اکثر فقہا اسے حرام کہتے ہیں۔ ان کے بقول یہ بھی سود ہے اور حرام ہے جبکہ بعض فقہاء اسے جائز سمجھتے ہیں اور اسے ربا تولیدی کے زمرے میں لاتے ہیں۔

اس سلسلے میں صحیح نقطہ نظر یہی ہے کہ اس قسم کے قرضوں پر خواہ وہ تجارتی ہوں یا غیر تجارتی ایک معقول اضافی رقم لینا یا دینا عقل اور نقل دونوں کے لحاظ سے جائز ہے۔ آیت حرمت ربا سے معلوم ہوتا ہے کہ سودی قرضوں میں اضافی رقم کا تعین مقروض کی مرضی کے بغیر ہوتا تھا۔ حرمت ربا کی بڑی علت یہی تھی چونکہ اس سے ظلم لازم آتا ہے۔

اگر راس المال میں ایک معقول اضافہ مقروض کی مرضی اور خوشی سے ہو تو اس پر سود کا اطلاق نہیں ہو گا۔ کیونکہ قرض دینے والا اپنا مال دے کر اپنا حق انتفاع مقروض کو منتقل کر رہا ہے۔ لہٰذا تقاضا انصاف یہ ہے کہ وہ حق انتفاع کے عوض میں ایک معقول اضافی رقم قرض دینے والے کو دے۔ فرق نہیں ہے کہ وہ اضافی رقم پہلے سے طے ہو یا مقروض بعد میں اپنی مرضی سے دے۔

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: ”خَيْرُ الْقَرْضِ الَّذِي يَجُرُّ الْمَنْفَعَةَ۔“ یعنی: ”بہترین قرض وہی ہے جو منفعت کا باعث بنے۔“ (30) بعض فقہانے اس قسم کی روایات کی یہ توجیہہ کی ہے کہ یہ اس صورت میں صحیح ہے جب پہلے سے شرط نہ ہو بلکہ مقروض اپنی خوشی سے دے رہا ہو کیونکہ بعض

روایات میں ہے کہ اگر پہلے سے شرط ہو تو جائز نہیں ہے۔ لیکن فقہی منابع میں کچھ روایات موجود ہیں جو اسے بھی جائز قرار دیتی ہیں۔ جمیل ابن دراج نے امام صادق علیہ السلام سے کہا:

إِنَّا نُخَالِطُ نَفَراً مِنْ أَهْلِ السَّوَادِ فَنُقْرِضُهُمُ الْقَرْضَ وَ يَصْرِفُونَ إِلَيْنَا غَلَّاتِهِمْ فَنَبِيعُهَا لَهُمْ بِأَجْرٍ وَ لَنَا فِي ذَلِكَ مَنْفَعَةٌ قَالَ فَقَالَ لَا بَأْسَ وَ لَا أَعْلَمُهُ إِلَّا قَالَ وَ لَوْ لَا مَا يَصْرِفُونَ إِلَيْنَا مِنْ غَلَّاتِهِمْ لَمْ نُقْرِضْهُمْ فَقَالَ لَا بَأْسَ۔ (31)

یعنی: "ہم اہل عراق سے ملتے ہیں۔ انہیں قرض دیتے ہیں اور وہ اپنا غلہ ہمیں دے دیتے ہیں ہم اسے ان کے لئے بیچتے ہیں اور اس میں ہمارے لئے بھی فائدہ ہوتا ہے؟ کیا اس طرح کرنا صحیح ہے فرمایا کوئی حرج نہیں ہے۔ راوی نے کہا اگر وہ اپنا غلہ ہمیں نہ دیں تو ہم انہیں قرض نہیں دیتے۔ اس صورت میں کیا حکم ہے فرمایا کوئی حرج نہیں۔"

اس روایت سے ظاہر ہوتا کہ وہ پہلے سے طے کر لیتے ہیں کہ قرض اس صورت میں دیں گے جب تم اپنا غلہ ہمیں دو گے۔ مختصر یہ کہ مقروض اگر اپنی مرضی سے دے تو جائز ہے چاہے وہ پہلے سے طے ہو یا نہ ہو۔ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ موجودہ معاشی دور میں جس طرح مہنگائی روز افزوں ہے اور روپے کی قدر جس تیزی سے گرتی ہے اس کے پیش نظر قرض دینے والے کو مالی نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے اگر مقروض اسے کوئی اضافی رقم نہ دے۔ مثلاً زید نے احمد کو ایک لاکھ روپے دیئے اور احمد نے دو تین سال بعد اصل رقم واپس کر دی اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس نے باعتبار مالیت ایک لاکھ کی بجائے اسی (80) ہزار واپس کئے ہیں۔ کون صاحب عقل اس بات کو پسند کرے گا کہ اپنے مال سے انتفاع کا حق بھی چھوڑے اور راس المال میں کمی بھی برداشت کرے۔ کیا یہ اس پر ظلم نہیں ہے حالانکہ آیت ربا کہتی ہے لا تظلمون ولا تظلمون۔ "نہ تم ظلم کرو گے اور نہ تم پر ظلم کیا جائے گا۔" فلکم روس اموالکم راس المال تمہارا حق ہے یعنی اگر راس المال نہ ملے تو قرض دینے والے پر ظلم لازم آتا ہے۔ پس اگر اسے کچھ زیادہ مل جائے تو دونوں پر ظلم نہیں ہوگا اور جہاں ظلم نہیں وہاں حرمت ربا نہیں ہے۔ کیونکہ حکم کا دارمدار علت پر ہوتا ہے اور حرمت ربا کی ایک علت ظلم ہے جب امام رضاؑ سے پوچھا گیا کہ اللہ ربا کو کیوں حرام کہتا ہے تو آپ نے فرمایا: وَ عِلَّةُ تَحْرِيمِ الرِّبَا بِالنَّسِيئَةِ لِعِلَّةِ ذَهَابِ

الْمَعْرُوفِ وَتَلَفِ الْأَمْوَالِ وَرَغْبَةِ النَّاسِ فِي الرِّبْحِ وَتَرْكِهِمُ الْقَرْضَ وَالْفَرْضَ وَصَنَائِعَ الْمَعْرُوفِ وَلِمَا فِي ذَٰلِكَ مِنَ الْفَسَادِ وَالظُّلْمِ وَفَنَاءِ الْأَمْوَالِ۔ (32)

یعنی: "ربا حرام ہے کیونکہ اس سے نیکیاں ختم ہو جاتی ہیں۔ (مثلاً منافع کے لالچ میں صدقہ و خیرات نہیں کریں گے) اموال تلف ہو جاتے ہیں لوگ منافع کی طرف رجحان پیدا کر لیں گے قرض اور فرض (مثلاً زکوۃ و خمس) کو ترک کر دیں گے اچھے کام یعنی صدقہ و خیرات نہیں کریں گے اور چونکہ ربا میں فساد، ظلم اور اموال کے فنا ہونے کا خطرہ ہوتا ہے اسی لئے حرام قرار دیا گیا ہے۔"

سود کی حرمت کا ایک سبب امام جعفر صادق علیہ السلام نے بھی بیان فرمائی ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں:

انه لوكان الربا حلالا لترك الناس التجارات و مايحتاجون اليه فحرم الله الربا ليفر الناس عن الحرام الى التجارات و الى البيع والشراء۔ (33)

یعنی: "اگر سود حلال ہوتا تو لوگ تجارت اور دوسرے ضروری کام چھوڑ دیتے۔ پس اللہ نے سود کو حرام قرار دیا ہے تا کہ لوگ اس سے دور رہتے ہوئے تجارت اور کاروبار کریں۔"

آیات اور روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ سود کے حرام ہونے کی وجوہات ظلم، ترک تجارت، قرض اور نیکیوں کا رک جانا ہے۔ لہٰذا اگر کسی معاملے سے یہ چیزیں لازم نہ آتی ہوں بلکہ اس سے تجارت بھی بڑھتی ہو اور لوگ خوشی سے قرض بھی دینے لگیں تو پھر ایسے معاملے کو حرام سود کے زمرے میں لانا معقول نہیں ہے۔ آج لوگ طویل المیعاد قرض دینے سے کیوں گھبراتے ہیں۔ وجہ یہی ہے کہ جب واپس ملے گا تو اس کی قیمت کم ہو چکی ہو گی۔

آج کل ساری تجارتی سرگرمیوں کا محور و مرکز بنکنگ نظام ہے۔ بنکوں کے مالی تعاون کے بغیر کوئی شخص بڑا کاروبار نہیں کر سکتا۔ تاجر جہاں تجارتی قرضے لیتے ہیں وہاں وہ اپنا اصل سرمایہ بھی رکھتے ہیں۔ پہلی صورت میں وہ بنک کو کچھ اضافی رقم دیتے ہیں اور دوسری اس صورت میں اس سے اضافی رقم لیتے ہیں۔ نیز کچھ لوگ غیر تجارتی ضروریات کے لئے بھی بنک سے قرض لیتے ہیں۔ مثلاً تعمیر مکان کے لئے گاڑی خریدنے کے لئے اس صورت میں انہیں اصل قیمت سے زیادہ ادا کرنا پڑتی ہے۔ اس طرح کچھ لوگ اپنی جمع پونجی معین مدت کے لئے بنک میں رکھتے ہیں اور ماہانہ منافع لیتے ہیں۔

اگر اس سارے نظام پر غور کیا جائے تو اس قسم کے معاملات میں کوئی شرعی یا عقلی قباحت نظر نہیں آئی۔ ہر شخص جانتا ہے کہ بنک میں جو رقم فریقین کی باہمی رضامندی سے جمع کی جاتی ہے۔ اسے بنک تجارت وغیرہ میں لگاتا ہے اور اس سے جو نفع حاصل ہوتا ہے اس سے ایک متعین حصہ اصل رقم کے ساتھ فریق ثانی کو واپس کرتا ہے۔ اس پر ربا کا اطلاق نہیں ہوتا خواہ اس کا نام کچھ بھی رکھ دیں۔ یاد رہے کہ حرمت ربا کی ایک بڑی وجہ ظلم اور استحصال ہے اور وہ یہاں نہیں ہے۔ یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ نفع پہلے سے مقرر ہوتا ہے لہٰذا سود ہے۔ کیونکہ ہر شخص کو بنک کے کاروبار میں شریک کرنا ممکن نہیں ہے۔ دوسرا یہ کہ بنک جو اسے اضافی رقم دیتا ہے وہ بہت تھوڑا نفع ہے اور چونکہ وہ نقصان میں شریک نہیں ہوتا اس لئے نفع قلیل پر راضی ہو جاتا ہے۔ گویا یہ نقصان میں عدم شرکت کا بدل ہے۔ نیز یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ موجودہ حالات میں مال کے تحفظ کی بہترین صورت یہی ہے کہ اسے بنک میں محفوظ کیا جائے۔ ان حالات میں اگر بنک سے اضافی رقم نہ لی جائے تو جمع کروانے والے کو گھاٹا ہوتا ہے۔ اس کے مال کی قدر و قیمت کچھ عرصے بعد کم ہو جائے گی۔ اس مالی خسارے سے بچنے کے لئے ضروری ہے کہ بنک سے اضافی رقم لی جائے یہ اضافہ حق انتفاع سے دستبرداری اور روپے کی قیمت میں گراوٹ کا بدلہ ہوگا۔ اسی طرح تجارت، تعمیر مکان یا کسی اور بڑی ضرورت کے لئے بنک سے قرض لیا جاتا اور اسے اضافی رقم دی جاتی ہے تو یہ بھی حرام سود کے زمرے میں نہیں آتا کیونکہ اس میں بھی دونوں فریقین کا فائدہ ہے۔

مزید دلائل

فقہی اعتبار سے اصل اور قاعدہ یہ ہے کہ ہر معاملہ جائز اور حلال ہے جب تک اس کی حرمت پر واضح دلیل قائم نہ ہو جائے۔ جیسا کہ امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: کل شی هولك حلال حتی تعلم انه حرام بعینه۔ (34) یعنی: "ہر شے تیرے لئے حلال ہے یہاں تک کہ اسی کے حرام ہونے کا یقین ہو جائے۔"

وہ ادلہ جو کہتی ہیں کہ تم جو بھی معاملہ کرو اسے پورا کرو مثلاً: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ أَوْفُواْ بِالْعُقُودِ۔ (35) یعنی: "اے ایمان والو! اپنے عہد و پیمان اور معاملات کی پابندی کرو۔"

وہ ادلہ جو کہتی ہیں کہ اپنی شرائط پر کاربند رہو۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: المسلمون عند شروطهم۔ (36) یعنی: "مسلمان اپنی شروط کا پابند ہوتا ہے۔"

ان ادلہ سے وہ مورد جو یقینی طور پر خارج ہے اور جس کی حرمت کا حکم لگایا گیا ہے وہ یہ ہے کہ کسی فقیر اور نادار کی ضرورت کو دور کرنے کے لئے قرض دیا جائے اور پھر اس سے اصل مال کے ساتھ ساتھ اضافی رقم بھی وصول کرے کیونکہ حرمت ربا کی ادلہ اس مورد کو یقینی طور پر شامل ہیں۔ یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ ادلہ حرمت ربا عمومیت نہیں رکھتی کیونکہ کئی اقسام ربا اس سے خارج ہیں مثلاً میاں بیوی کے درمیان ربا، کفار سے ربا لینا، باپ بیٹے کے درمیان ربا، معدودات میں ربا، مشاہدات میں ربا وغیرہ یہ ربا کی وہ اقسام ہیں جو حرمت ربا سے خارج ہیں۔ جب اتنی اقسام خارج ہیں تو ادلہ حرمت ربا کی عمومیت اور اطلاق مجمل ہو جاتا ہے۔ جب ادلہ مجمل ہو جائیں یعنی ان کے عمومات میں اجمال پایا جائے تو پھر صرف قدر متیقن پر اکتفاء کیا جاتا ہے اور موردِ مشکوک کو وہ عام شامل نہیں ہوتا۔ ربا میں قدر متیقن ربا استہلاکی ہے۔ ربا تولیدی مورد مشکوک ہے لہٰذا عموم ادلہ میں شامل نہیں ہے۔

خلاصہ: صرف ربا استہلاکی حرام ہے۔ یعنی ایسا سود جس سے فقیر اور غریب شخص کا استحصال ہو۔

*****

حوالہ جات

1۔ مولوی حکیم مرزا احمد قاری، مسئلہ سود میں شرعی طریق عمل ص ۱۸
2۔ ،ایضا ص ۱۸
3۔ سیستانی، سید علی، توضیح المسائل، ، اردو ترجمہ ص ۴۳۶ و ۴۳۷
4۔ نساء: ۱۶۰، ۱۶۱
5۔ سفر خروج، باب ۳۷، ۲۲، ص ۱۹۵، ۱۹۹
6۔ النحل: ۹۲
7۔ الروم: ۳۹
8۔ شیخ کلینی، الکافی، ج ۵، ص ۱۴۵، تہران، دار الکتب الاسلامیۃ ۱۴۰۷ھ
9۔ العمران: ۱۳۰
10۔ بقرہ: ۲۷۵ تا ۲۷۹
11۔ النساء: ۱۶۰، ۱۶۱
12۔ شیخ صدوق، من لایحضرہ الفقیہ۔ ج ۴، ص ۳۷۷، باب النوادر، حدیث ۵۷۷۵، قم، جامعۃ المدرسین، ۱۴۰۴ھ
13۔ شیخ صدوق، ثواب الاعمال، ص ۲۸۵، قم، دار الشریف الرضی للنشر، ۱۴۰۶ھ
14۔ شیخ صدوق، الخصال، ص ۵۸۳، قم، جامعہ مدرسین، ۱۳۶۲ شمسی
15۔ شیخ کلینی، الکافی ج ۵، ص ۱۴۷، طبع اسلامیہ، ۱۴۰۷ھ
16۔ ایضا، ج ۵، ص ۱۴۶
17۔ شیخ طوسی، محمد بن حسن، تہذیب الاحکام، ج ۷، ص ۱۱۹، تہران، دار الکتب الاسلامیۃ، ۱۳۹۰ھ
18۔ امام احمد حنبل۔ مسند احمد، ج ۲، ص ۱۰۹
19۔ شیخ کلینی، الکافی، ج ۵، ص ۱۹۰
20۔ شیخ طوسی، استبصار، ج ۳ ص ۷۲، کتاب البیوع، باب ۴۴ حدیث ۲ تہران، دار الکتب الاسلامیہ، ۱۳۹۰ھ
21۔ بقرہ: ۱۸۸
22۔ مسلم نیشاپوری، صحیح مسلم، ج ۵، ص ۵۰
23۔ شیخ کلینی، الکافی، ج ۵ ص ۱۹۰، شیخ صدوق، من لایحضرہ الفقیہ۔ ج ۳ ص ۲۷۹، قم، جامعۃ المدرسین، ۱۴۰۴ھ
24۔ شیخ طوسی، محمد بن حسن، تہذیب الاحکام، ج ۱، ص ۸۴، حدیث ۲۱۸، تہران، دار الکتب الاسلامیۃ، ۱۳۹۰ھ
25۔ امام المالک، کتاب الموطا، ج ۲، ص 672
26۔ آل عمران، 130
27۔ بقرہ: 280
28۔ روم: 28، 29

29۔بقرہ:273تا276

30۔ شیخ کلینی، الکافی، ج۵، ص۲۵۵، طبع اسلامیہ، ۱۴۰۷ھ

31۔ شیخ طوسی، محمد بن حسن، تہذیب الاحکام، ج۶، ص۲۰۵، تہران، دارالکتب الاسلامیۃ، ۱۳۹۰ھ

32۔ شیخ صدوق، عیون اخبار الرضا۔ ج۲ص ۹۴، نشر جہان، تہران، ۱۳۷۸ ھ

33۔ شیخ صدوق، من لایحضرہ الفقیہ۔ج ۳۔ ص۵۶۷، حدیث نمبر ۴۹۳۷، قم، جامعۃالمدرسین، ۱۴۰۴ھ

34۔ شیخ کلینی، الکافی، ج5، ص313، طبع اسلامیہ، ۱۴۰۷ھ

35۔مائدہ:1

36۔امام بخاری، صحیح بخاری، ج3ص52